اسلام

جناب مولوی داؤد اکبر صاحب اصلاحی

یہ عجیب بات ہے کہ بعض الفاظ بہت شائع و ذائع ہوتے ہیں یا بالفاظ دیگر یوں کہیے کہ ہر خاص و عام کے زبان زد ہوتے ہیں لیکن ان کی حقیقت بہت ہی زیادہ غامض و مستور ہوا کرتی ہے۔ انہی میں سے لفظ اسلام بھی ہے۔ اس چھوٹے سے لفظ میں کتنی گہرائی ہے؟ اس کے باطن میں کیا کیا حقائق و رموز پوشیدہ ہیں، اور اس کے جمال میں کتنی دلکشی و دلفریبی ہے، اس کا صحیح اندازہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب کہ اس مختصر لفظ کی روحانیت دلوں میں گھر کر جائے لیکن رونا تو اسی کا ہے کہ اسکی روحانیت مدعیان دین فطرۃ نے ایسی کھو گئی ہے کہ سارے عالم اسلامی میں اگر چراغ لے کر ڈھونڈا جائے تو فیصدی شاذ ہی ایک دل اس دولت گرانمایہ سے معمور ملے گا۔ مدعیوں کی کمی نہیں اس لیے کہ آمنا و صدقنا کا دعویٰ ہر چہار جانب سے بہانگ دہل ہو رہا ہے لیکن اسلمنا اور اطعنا کے جذبہ سے خالی۔ ایسا کیوں ہے؟ یہ اس لیے کہ امت مرحومہ کے فرزندوں نے اسلام کو ایک محدود چار دیواری میں محصور کر رکھا ہے۔ وہ اسلام کا طغرائے امتیاز اس سے زیادہ نہیں سمجھتے کہ مسلمانوں جیسے نام رکھ لیں، گائے کا گوشت کھا لیں، مساجد میں رسماً حاضری دیا کریں لیکن کیا لفظ اسلام کا یہی محدود مفہوم قرآن پاک سے بھی نکلتا ہے؟۔

قبل اس کے کہ اسلام کے آثار و نتائج کی تفصیل بیان کی جائے مناسب ہوگا کہ اس کا مفہوم بیان کر دیا جائے تاکہ اس کے ثمرات و برکات سمجھنے میں آسانی ہو۔

اسلام کا مفہوم | لغت میں اسلام کے معنی "سرنہادن اطاعت" کے ہیں یعنی فرمانبرداری میں

سرجھکا دینا۔ اور اصطلاح قرآن میں اس سے وہ جذبہ مقصود ہے جو لوگوں میں طاعت و فدویت کا افسوں پھونک دے، جس سے انسان اپنی عزیز سے عزیز چیز بھی راہ خدا میں قربان کرنے سے دریغ نہ کرے، بلکہ ہمہ آن فدویت کا پتلا بنا رہے۔ اگر جانی قربانی کا اشارہ ہو تو بے دریغ جام شہادت پینے کے لیے تیار ہو جائے اور اگر مال و جائداد مطلوب ہو تو اس میں بھی لیت و لعل نہ کرے۔ لیت و لعل اس راہ میں جرم عظیم ہے، جو ہچکچایا گو کہ وہ سب کچھ قربان کر دے، روح اسلام سے خالی متصور ہوگا۔ اس لیے کہ اس راہ میں کوئی پیشکش بھی بغیر خلوص کے شرف قبولیت نہیں حاصل کر سکتی۔ الغرض اسلام کی بہترین تعبیر دوسرے لفظوں میں فدویت کاملہ و طاعت خالصہ ہے

اسلام کی اس تشریح کے بعد اب ہم اس کے آثار و نتائج بیان کریں گے

اسلام فطرت کائنات ہے ہم بتا چکے ہیں کہ اسلام نام ہے فدویت کاملہ و طاعت خالصہ کا، اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا اس جذبۂ فطری سے صرف انسان ہی بہرہ مند ہے یا اور مخلوقات الٰہی بھی اس میں برابر کی شریک ہیں؟ میرے خیال میں ہر وہ شخص جس میں تفکر و ادراک کا جوہر ہے اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ ساری کائنات میں ہم آہنگی و توافق ہے، یہ سارا کا سارا نظام کسی غیر مرئی طاقت کے سامنے جبین نیاز خم کئے ہوئے ہے لیکن ہر ایک کا طرز عبودیت جداگانہ ہے۔ زمین اپنے دفائن اگلتی ہے آسمان پانی کا انتظام کرتا ہے، درخت پھل لاتا ہے، سورج اور چاند موسم کو خوش گوار بناتے ہیں، الغرض یہ پوری کائنات اپنی اپنی ڈیوٹیوں میں لگی ہوئی ہیں۔ یہی ان کی عبادت ہے اور انسان کو دعوت دے رہی ہے کہ وہ بھی اس کے ساتھ اپنا ساز چھیڑے تاکہ دونوں کے نغموں سے دنیا معمور ہو جائے۔ اسی حقیقت کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُسَبِّحُ لَهُ مَن فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالطَّيْرُ صَافَّاتٍ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ — دیکھتے نہیں ہو کہ جتنی مخلوقات آسمان اور زمین میں ہیں اللہ کی تسبیح کرتی ہیں اور پرند پر پھیلائے سب

صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ، وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ. اپنی نماز اور تسبیح کے طریقے سے واقف ہیں اور اللہ جو کچھ یہ کرتے ہیں اس سے خوب واقف ہے۔ (النور: ۴۱)

اسی حقیقت کو ایک دوسری آیت میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ (بنی اسرائیل: ۵) کوئی بھی نہیں (مخلوقات میں سے) مگر یہ کہ اس کی تسبیح میں مشغول ہے مگر تم ان کی تسبیح کو سمجھتے نہیں ہو۔

اسی حقیقت کو ایک اور مقام پر یوں دہرایا ہے۔

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ (الرعد: ۲) اور جس قدر مخلوقات آسمان و زمین میں ہیں چار و ناچار سب کی سب اللہ ہی کے آگے سربسجود ہیں صبح اور شام۔

الغرض قرآن کی آیات کے استقصار سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے جذبۂ فطری سے اس کائنات کا ذرہ ذرہ معمور ہے، یہ پورا نظام رزاق عالم کی تسبیح و تقدیس میں نغمہ سنج ہے، کسی کو بھی اُس کی بندگی سے مجال انکار نہیں، سب اس کی کبریائی و برتری کا راگ الاپ رہے ہیں۔

يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ زمین اور آسمان میں جو کچھ ہے سب اس کی تسبیح کرتا ہے اور وہ قوت والا اور حکیم ہے۔

تفصیل بالا سے یہ حقیقت بے نقاب ہو گئی ہو گی کہ اسلام فطرت کائنات ہے زمین و آسمان کا ذرہ ذرہ اسی کا نغمہ ریز ہے۔ اب ہم یہ بتائیں گے کہ یہی دین و مذہب کی روح بھی ہے، اس کے بغیر تمام ملل و ادیان بے معنی ہیں۔

اسلام مخ شرائع ہے | دنیا میں آج تک جتنے صحیفے نازل ہوئے ہیں ہر ایک کی دعوت و تلقین کا مرکز اسلام ہی رہا ہے۔ اسی حقیقت کو کہیں سیاست کے رنگ میں پیش کیا گیا ہے کہیں حلم و عفو

کا رنگ غالب ہے، اور اسی کو خاتم الرسل (علیہ الف الف تحیۃ) نے ایک تیسرے رنگ میں لوگوں کے سامنے پیش کیا جس کی دلکشی حد کو پہنچ گئی چنانچہ قرآن پاک نے اس آیت میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَ ھُمُ الْعِلْمُ بَغْیًا بَیْنَھُمْ وَمَنْ یَّکْفُرْ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ فَاِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ۔ فَاِنْ حَآجُّوْکَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْھِیَ لِلّٰہِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ وَقُلْ لِّلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ وَالْاُمِّیّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اھْتَدَوْا ۔ الایۃ ... (آلعمران: ۲)	دین تو خدا کے نزدیک اسلام ہی ہے اور اہل کتاب جو اختلاف میں پڑ گئے تو یہ اس وقت ہوا جبکہ علم ان کے پاس آچکا تھا اور یہ آپس کی ضد سے ہوا۔ خدا کی آیات سے انکار جو کوئی بھی کرے گا اللہ کو اس کا حساب لیتے کچھ دیر نہیں لگتی پس اگر اس پر بھی تم سے وہ جھگڑا کریں تو کہدو کہ میں اور میرے ساتھیوں (صحابہؓ) نے تو خدا کے آگے سر تسلیم خم کر دیا اور اہل کتاب اور امیوں سے کہو کہ تم اسلام لاتے ہو (یا نہیں) پھر اگر اسلام لائیں تو ضرور وہ راہ یاب ہیں ۔ ۔ ۔ ۔

مذکورہ بالا آیت کی ابتدا و انتہا کے ٹکڑوں پر غور کیجئے تو دو حقیقتوں کا انکشاف ہوگا۔

(۱) تمام ملل و ادیان کی اساس اسلام رہا ہے یعنی آج تک جتنے مذاہب آئے ہیں ایک ہر کی روح رواں اسلام ہی تھا۔

(۲) چونکہ ہمیشہ سے یہی جملہ شرائع کا مصدر رہا ہے اسی لیے قرآن نے بھی اسی کا لوگوں سے مطالبہ کیا اور بآواز بلند کہا کہ جو اس حقیقت کو تسلیم کرے گا خدا دین و دنیا دونوں میں اسے بلند و برتر کرے گا۔ اور جو اس سے کترا جائیگا خدا کی زمین اس پر تنگ ہو جائیگی اور ہر طرح کی ذلت و نکبت کا مورد ہوگا تاریخ شاہد ہے کہ چند نفوس نے اسی شراب کو پی کر تمام جابرہ و قیاصرہ کی مستحکم حکومتوں کو پارہ پارہ کیا اور ان کی جگہ خلافت قائم کی، اور تمام باطل قوانین مٹا کر عادلانہ ضوابط جاری کیے

اور ارض الٰہی کو ہر طرح کے ظلم وستم سے پاک کر دیا۔

یہ جان لینے کے بعد کہ اسلام جملہ شرائع کی روح ہے، سوال ہوتا ہے کہ آخر یہ چیز پیدا کس طرح ہوتی ہے؟ قرآن پاک نے اس سوال کا متعدد جگہ جواب دیا ہے۔

اسلام کا مصدر دل اور عقل انسانی زندگی کے چراغ ہیں۔ یہ جن لوگوں میں روشن ہوتے ہیں ان کے عقائد میں استحکام اور اعمال میں درستگی پائی جاتی ہے اور جو لوگ فطرت کے اس چراغ کو گل کر لیتے ہیں ان کے عقائد میں تذبذب اور اعمال میں عدم توازن پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی لیے قرآن پاک نے فاقدین بصیرت کو مردہ سے تعبیر کیا ہے اور صاحب نور وہدایت کو حیات وجاوید والا قرار دیا ہے۔ ذیل کی آیت اس بارہ میں فیصلہ کن ہے،

اِنَّمَا یَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ یَسْمَعُوْنَ وَالْمَوْتٰی یَبْعَثُھُمُ اللّٰہُ ثُمَّ اِلَیْہِ یُرْجَعُوْنَ (الانعام)

دعوت حق کان رکھنے والے ہی سنیں گے رہے مردے انھیں خدا اٹھائے گا پھر اس کے پاس پلٹائے جائیں گے

مذکورہ بالا آیت میں تصریح ہے کہ حق ورشد کی دعوت پر وہی لوگ لبیک کہتے ہیں جن کی عقل وفکر ہر طرح کی کثافتوں سے مجلّی اور جن کا دل تمام بیماریوں سے پاک ہوتا ہے۔

یہ معلوم کر لینے کے بعد کہ اسلام کا منبع دل اور عقل ہے ایک نظر اس جماعت قدسی کے مذہب پر بھی ڈال لینی چاہیے جنہوں نے مختلف وقتوں میں خدا کا پیام دنیا کو پہنچایا ہے اور جن کی زندگی کا مدعا محض حق وصداقت کی نشر واشاعت تھا وہ انبیا علیہم السلام کی مقدس جماعت ہے۔ خدا کی اس محبوب جماعت نے کلمۂ حق کی خاطر جو قربانیاں کی ہیں وہ نہایت حیرت انگیز ہیں۔ ممکن ہے مادہ پرست حضرات اسے اساطیر الاولین سمجھیں لیکن یہ ان کی جہالت ہوگی، اس لیے کہ یہ تو وہ حقائق ثابتہ ہیں جن کا انکار ممکن ہی نہیں۔

انبیا علیہم السلام کا مذہب اسلام تھا اس میں شک نہیں کہ انبیا علیہم السلام کی مقدس جماعت کا سلسلہ

بڑے ہی اہم مقصد کے لیے ہوا تھا۔ اس کی اہمیت کا اندازہ کرنا ہو تو ان کی مسلسل قربانیوں کی تاریخ پر نظر ڈالنی چاہیے۔ ان کی حیات طیبہ کا ایک ایک عمل فدویت کے اثر میں ڈوبا ہوا ملے گا۔ وہ رزق کے طالب تھے تو اس لیے کہ خدا کی راہ میں زیادہ سے زیادہ قربانی کر سکیں وہ نکاح کرتے تھے تو اس لیے کہ اپنی اولاد میں دین خدا کے نور کو روشن کریں اور اس کو پھیلانے والی جماعت وجود میں لائیں۔ یوں تو اس جماعت قدسی کا ہر ایک فرد اسلام و فدویت میں آپ ہی اپنا نظیر تھا مگر حضرت خلیل اللہ کی پوری حیات طیبہ مسلسل قربانیوں سے لبریز ہے بالخصوص حضرت ابراہیم کی وہ فدویت ہمیشہ یادگار رہے گی جس کی مثال تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ وہ سیدنا اسمٰعیل کی قربانی کا واقعہ ہے۔ یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے بلکہ تاریخ کا وہ مشہور کارنامہ ہے جسے دنیا کبھی نہیں بھول سکتی اور ہمیشہ ہمیش اس کی برسی منائے گی۔ اس لیے کہ اس میں زندگی کا فلسفہ مضمر ہے، اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت ابراہیم کو بڑی بڑی دعاؤں اور التجاؤں کے بعد اولاد ملی تھی۔ وہ بھی بڑھاپے میں۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ ایسی اولاد کتنی پیاری ہوگی؟ ابھی حضرت اسمٰعیل کی ولادت پر چند ہی سال گذرتے ہیں کہ خواب میں آپ اپنی محبوب اولاد کی قربانی کا اشارہ پاتے ہیں۔ گو کہ خواب میں تاویل کی گنجائش بھی تھی مگر یہ قتیلان حق کے مسلک کے خلاف ہے اس لیے آپ بلا لیت و لعل اپنی اسی چہیتی اولاد پر چھری چلانے کے لیے آمادہ ہو گئے جو آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور بڑھاپے کی لکڑی تھی۔ خیر یہ تو بوڑھے باپ کی کرامات ہیں لیکن تعجب ہے حضرت اسمٰعیل کی عزیمت و فدویت پر، اور آپ کا یہ قول تو ہمیشہ ہمیش دنیا کو استقامت کا سبق دیتا رہے گا کہ "اِفْعَلْ مَا تُؤْمَرُ"، یہ جملہ گو بہت مختصر ہے مگر حقیقت میں اسلام کی تعبیر یہی ہے چنانچہ جب باپ بیٹا امر خداوندی بجا لانے کے لیے تیار ہو گئے اور قریب تھا کہ حضرت ابراہیم کی چھری محبوب اولاد کی گردن پر چل جائے فرشتۂ غیب نے کمال فدویت و للہیت کی خوشخبری ان

الفاظ میں سنائی "قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ"۔

تفصیل بالا سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم کی قربانی کا واقعہ کوئی معمولی کارنامہ نہیں ہے بلکہ یہ وہ مقام ہے جہاں بڑوں بڑوں کے قدم میں لغزش پیدا ہو جاتی ہے لیکن اس مجسمۂ اسلام نے اپنے تمام جذبات و عواطف کو امر الٰہی پر بھینٹ چڑھا دیا اور حقیقت میں شہید حق اسماعیل کی گردن پر چھری چلانے کے لیے ہاتھ کو حرکت نہیں دی بلکہ مواقع فدویت کے استیصال کے لیے ہاتھ کو جنبش دی۔

اب ذرا ایک نظر اس جماعت پر بھی ڈال لینی چاہیے جو خیر الامم سے معروف ہے اور جو بانیٔ اسلام کی دعا میں مُسلمہ سے موسوم ہے۔

امت محمدیہ کا اسلام حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل نے اپنے لیے اور اپنی ذریت میں سے ایک جماعت کے لیے سراپا اسلام و طاعت کی دعا کی تھی تفصیل بالا سے ظاہر ہے کہ دونوں برگزیدہ ہستیاں کڑے سے کڑے امتحان میں پورے طور پر کامیاب ہوئیں لیکن سوال یہ ہے کہ وہ جماعت جس کی اسلامیت کے لیے آپ نے دعا کی تھی اس نے آخر کونسی قربانی کی؟ اور اگر اس طرح کی کوئی قربانی نہ کی تھی تو پھر اس بلند ترین خطاب کی کیسے مستحق ہو گئی ہمارے نزدیک قربانی و ایثار کی جو مثال حضرت ابراہیم نے پیش کی تھی غلامان محمد بھی آپ کے اسوہ پر چلے، غزوۂ بدر میں تو ہوبہو وہی نقشہ پیش آیا۔ جگر کے ٹکڑے آمنے سامنے تھے۔ باپ اگر کافر ہے تو بیٹا مسلمان ہے اور دینی جوش نے اسے ایسا سرکردیا ہے کہ تمام مادی علائق کاٹ کر بے دردی سے اس پر حملہ آور ہو جاتا ہے یہ اسی فدویت کاملہ کی تاسی نہیں ہے تو پھر کیا ہے؟ یہی نہیں بلکہ امت محمدیہ کی زندگی کا مقصد ہی قرآن نے فدویت قرار دیا ہے۔

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَ	کہدے کہ میری نماز اور میری قربانی اور میری
مَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ لَا شَرِيكَ لَهُ	زندگی اور میری موت اس رب العالمین کے لیے

وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ، (الانعام ۲۰) ہے جس کا کوئی ساجھی نہیں اور مجھکو ایسا ہی حکم دیا گیا ہے اور میں اس کے فرمانبرداروں میں پہلا فرمانبردار ہوں

مذکورہ بالا آیات اس بارہ میں فیصلہ کن ہیں اسی لیے اس جذبہ کی آبیاری کے لیے اسلام نے قربانی کو ضروری قرار دیا ہے۔

ایمان کے ساتھ ساتھ تمغۂ اسلام بھی ضروری ہے

قرآن پاک کی بے شمار آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کے لیے اعمال صالحہ کا ظہور ضروری ہے۔ اس کے بغیر ایمان بے معنی ہے چنانچہ اعراب کے دعوی ایمان کو ناقص ٹھیرایا۔ فرمایا۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (حجرات ۲)

اعراب کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں کہدو کہ تم ایمان نہیں لائے ہاں کہو کہ ہم مسلمان ہوگئے اور ایمان کا تو ہنوز تمہارے دلوں میں گذر تک بھی نہیں ہوا اور اگر تم لوگ اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر چلو تو اللہ تمہارے عملوں میں سے کسی طرح کی کاٹ چھانٹ نہیں کرے گا ضرور خدا بخشنے والا مہربان ہے۔

آثار اسلام

ایمان و اسلام لازم و ملزوم ہیں۔ ایمان کا تعلق دل سے ہے اور اسلام کا اعمال سے ان میں سے پہلے کی روحانیت جتنی زیادہ تیز ہوگی اسی قدر جذبۂ اسلام کی اسپرٹ زیادہ ہوگی قرن اوّل کے لوگوں میں یہ دونوں چیزیں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ وہ خدا کے سامنے جھک کر تمام طاقتوں سے بے نیاز ہوگئے تھے باطل قوتیں گو کہ بہت زور شور سے ان کے روحانی و ظاہری اجتماع پر حملہ آور ہوئیں مگر تاریخ شاہد ہے کہ ہمیشہ پسپا ہوئیں۔ باطل پرست دنیا نے ان کی راہ میں طرح طرح کے روڑے اٹکائے لیکن کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ ان کی کوئی تدبیر کارگر

ہوئی؟ تاریخ کے صفحات سے گو کہ مسلمانوں کے کارنامے مٹا دینے کی کوشش کی گئی لیکن یہ تو وہ حقائق ثابتہ ہیں جن کا انکار ممکن ہی نہیں،

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

مومن ذبیح ہوتا ہے | قرآن مجید کے استقراء سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن سراپا اسلام وطاعت ہوتا ہے چنانچہ ذیل کی آیت میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ۔

اِنَّ اللهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۔ اَلتَّائِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ السَّائِحُوْنَ الرَّاكِعُوْنَ السَّاجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ (التوبہ ۱۴)

خدا نے مسلمانوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال (اس وعدہ پر) خرید لئے ہیں کہ ان کے بدلے ان کو جنت ملے گی یہ خدا کی راہ میں لڑتے ہیں مارتے ہیں اور آپ بھی مارے جاتے ہیں یہ خدا کا پکا وعدہ ہے جس کا پورا کرنا اللہ نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے۔ توراۃ اور انجیل اور قرآن میں، اور خدا سے بڑھ کر کون اپنا وعدہ پورا کرنے والا ہے۔ تو اپنے سودے کی جو تم نے خدا کے ساتھ کیا ہے خوشیاں مناؤ اور یہ بڑی کامیابی ہے تو بہ کرنے والے عبادت گذار حمد کرنے والے سفر کرنے والے رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے نیک کام کی صلاح دینے والے اور بُرے کام سے منع کرنے والے اور حدود الٰہی کی محافظت کرنے والے ۔ اور اے پیغمبر مومنین کو خوش خبری سنا دو ۔

مذکورہ بالا آیات سے مومنین کی گوناگوں خصوصیات ٹپکتی ہیں لیکن ہر ایک کی روح رواں

جذبۂ اسلام و فدویت ہی ہے۔

(۱) مومن اپنی جان و مال کو خدا کی دین سمجھتا ہے اور جلد از جلد اسے ادا کرکے سبکدوشی کا متمنی ہوتا ہے۔

(۲) سراپا اسلام و طاعت ہوتا ہے حق کے لیے اپنی گردن کٹانا باعث فخر و مباہات تصور کرتا ہے

(۳) دفع منکرین میں ایڑی سے چوٹی تک کا زور صرف کرنا اپنی زندگی کا نصب العین تصور کرتا ہے اور دنیا میں امن و آمان پھیلانے کے لیے ہر طرح کی قربانی کا جذبہ اس میں موجزن ہوتا ہے۔

(۴) حدود الٰہی کی حفاظت میں ہر طرح کی مصیبتیں انگیز کرنے کے لیے ہمہ آن مستعد و کمربستہ ہوتا ہے کسی مادی مانع کی اسے ذرہ برابر بھی پروا نہیں ہوتی۔ بلکہ جوں جوں موانع ہمت شکن ہوتے ہیں اس سے کہیں زیادہ دفعِ باطل میں زور و قوت آتی ہے۔

معیار برتری اسلام ہے | یہ تو غالبًا سب کو تسلیم ہے کہ مذاہب کی جان اسلام و فدویت ہے اس کے بغیر تمام ادیان بے حقیقت سے معلوم ہوتے ہیں۔ حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کی دعوت کا نچوڑ بھی یہی ہے لیکن جب اہل کتاب کی روحانیت پر مادیت کا غلبہ ہوا تو انھوں نے بہت سی بے بنیاد باتیں اپنی کتاب میں بڑھا دیں اور انھیں پر پھولے نہ سمائے لیکن جب آخری شریعت آئی تو اس نے ان کے تمام مکر و فریب کو طشت از بام کر دیا مثلاً وہ کہتے کہ جنت ہماری میراث ہے ہم خدا کے چہیتے ہیں جو زمین پر ہم باندھیں گے آسمان پر بھی باندھا جائیگا اور جو زمین پر کھولیں گے آسمان پر بھی کھولا جائے گا لیکن قرآن نے ببانگ دہل کہا کہ یہ من گھڑت باتیں ہیں جنھیں دین و مذہب سے دور کا بھی علاقہ نہیں۔ اصل یہ ہے کہ اپنے اندر اسلام و فدویت کا جذبہ پیدا کرو اس کے بغیر نجات کا دروازہ کبھی نہیں کھلنے کا۔ فرمایا۔